

حضرت ابوطالب (ع) اور حضرت خدیجہ (س) کی رحلت

<?xml encoding="UTF-8?">

جناب رسول خدا (ص) اور اصحاب رسول (ص) کو شعب ابوطالب سے نجات ملی تو اس بات کی امید تھی کہ مصائب و آلام کے بعد ان کے حالات سازگار ہوجائیں گے اور خوشی کے دن آئیں گے مگر ابھی دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ دو ایسے تلخ اور جانکاه صدمات سے دوچار ہوئے جن کے باعث رسول خدا (ص) اور اصحاب رسول (ص) پر گویا غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، رنج واندوہ کا سبب حضرت ابوطالب (ع) کی رحلت اور اس کے تین دن یا ایک ماہ بعد آپ (ص) کی جان نثار شریک حیات (حضرت خدیجہ (ع) کی بھی اس جہان فانی سے رحلت تھی۔ (1) حضرت ابوطالب (ع) اور حضرت خدیجہ (ع) کو "حجون" نامی قریش کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ (ع) کی رحلت نے رسول خدا (ص) کو بہت مغموم و محزون کیا چنانچہ آپ (ص) نے اس غم و الم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ ان چند دنوں میں اس امت پر دو ایسی مصیبتیں نازل ہوئی ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس نے مجھے زیادہ متاثر کیا ہے۔ (2) رسول خدا (ص) پر اپنے واجب الاحترام چچا اور وفا شعار شریک حیات کی رحلت کا اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ (ص) بہت ہی کم ، گھر سے باہر تشریف لاتے چونکہ یہ دونوں عظیم حادثات بعثت کے دسویں سال میں واقع ہوئے تھے اسی لئے ان کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم واندوہ کا سال کہا جانے لگا۔ (3)

حضرت ابوطالب (ع) کی مظلومیت

حضرت ابوطالب (ع) کو چونکہ اپنے بھتیجے کے اوصاف حمیدہ کا علم تھا اور اس امر سے بھی واقف تھے کہ آپ (ص) کو رسالت تفویض کی گئی ہے اسی لئے وہ آپ (ص) کی تنہائی کے وقت نہایت خاموشی سے آپ (ص) پر ایمان لے آئے تھے وہ رسول خدا (ص) کی بیالیس سال سے زیادہ عرصہ تک حفاظت و نگرانی کرتے رہے (یعنی اس وقت سے جب کہ رسول خدا (ص) کاسن مبارک آٹھ سال تھا اس وقت تک جبکہ آپ (ص) کا سن شریف پچاس سال کو پہنچ گیا) وہ چونکہ حفاظت و حمایت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے اسی لئے وہ آپ (ص) کے پروانہ وار شیدائی تھے ، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رسول خدا (ص) کے آسمانی دین کی ترویج کی خاطر کبھی بھی جان و مال قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا ، یہاں تک کہ انہوں نے اسی (80) سال سے زیادہ کی عمر میں اس وقت انتقال کیا جبکہ آپ (ع) کا دل خدا اور رسول (ص) پر ایمان سے منور تھا۔

حضرت ابوطالب (ع) کی رحلت کے بعد دشمنوں کے آستینوں میں پوشیدہ ہاتھ بھی باہر نکل آئے اور وہ اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ صدر اسلام کے اس مرد مجاہد کی موت بحالت کفر واقع ہوئی ہے تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر کرسکیں کہ یہ ان کا قومی جذبہ تھا جس نے انہیں اس ایثار و قربانی پرمجبور کیا ۔ حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان کے متعلق شک و شبہ پیدا کرنے میںجو محرک کار فرماتھا اس کا مذہبی عقیدے سے زیادہ سیاسی پہلو تھا، بنی امیہ کی سیاسی حکمت عملی کی بنیاد چونکہ خاندان رسالت (ص) کے ساتھ دشمنی اور کینہ توزی پر قائم تھی اسی لئے انہوں نے بعض جعلی روایات پیغمبر اکرم (ص) سے منسوب کرکے

حضرت ابوطالب (ع) کو کافر مشہور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا وہ اس بات کو کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے، فروغ دیکر لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ان کے فرزند عزیز حضرت علی (ع) کو عظمت و فضیلت کے اعتبار سے دوسروں پر کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں ہے اور اس طرح آپ (ع) کی شخصیت داغدار ہوسکے اگر حضرت ابوطالب (ع) حضرت علی (ع) کے والد بزرگوار نہ ہوتے تو وہ ہرگز اس بات کا اتنا زیادہ چرچا نہ کرتے اور نہ ہی اس قدر نمایاں طور پر اتنا جو ش و خروش دکھاتے۔

کوئی بھی ایسا انصاف پسند شخص جسے تاریخ اسلام سے معمولی واقفیت ہوگی اور پیغمبر اکرم (ص) کے اس عظیم حامی اور مددگار کی جدو جہد سے لبریز زندگی کے بارے میں علم رکھتا ہوگا وہ اپنے دل میں حضرت ابوطالب (ع) کے بارے میں ذرا بھی شک و شبہ نہ لائے گا جس کی دو وجوہات ہیں:

اول:- ممکن ہے کوئی شخص قومی تعصب کی بنا پر، کسی دوسری شخص یا قبیلے کی حمایت و حفاظت کی خاطر کچھ عرصے تک مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائے لیکن یہ اس امر کا باعث نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص چالیس سال تک نہ صرف حمایت و پشت پناہی کرے بلکہ اس شخص کا پروانہ وار شیفتہ بھی ہونیز اپنے جان سے بھی پیارے بیٹے کو اس پر قربان کردے۔

دوم:- یہ کہ حضرت ابوطالب (ع) کے اقوال و اشعار، پیغمبر (ص) اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث اور روایات اس وہم و گمان کی تردید کرتے ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ رسول خدا (ص) کی حمایت کا اصل محرک ان کا وہ راسخ عقیدہ اور محکم ایمان تھا جو انہیں رسول (ص) کی ذات بابرکت پر تھا۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام کی محفل میں حضرت ابوطالب (ع) کا ذکر آگیا تو آپ (ع) نے فرمایا : "مجھے حیرت ہے کہ لوگوں کو حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان پر کیوں شک و تردد ہے کیونکہ کوئی ایسی عورت جس نے دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر لیا وہ اپنے کافر شوہر کے عقد میں کیسے رہ سکتی ہے، حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا ان اولین خواتین میں سے تھیں جو دین اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئیں چنانچہ جب تک حضرت ابوطالب (ع) زندہ رہے وہ ان سے جدا نہ ہوئے۔" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ (ع) نے فرمایا :

"اگر حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ جائے اور دوسرے پلڑے میں دیگر لوگوں کے ایمان کو رکھ کر تول جائے تو یقیناً حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا۔ کیا آپ لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ امیرالمومنین حضرت علی (ع) نے بعض لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابوطالب (ع) کی جانب سے فریضہ حج ادا کریں۔" (4)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول خدا (ص) کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا : "حضرت ابوطالب (ع) کا ایمان اصحاب کہف کے ایمان کی طرح تھا کہ وہ لوگ دل سے تو ایمان لے آئے تھے مگر زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے ان کے اس عمل کا خداوند تعالیٰ انہیں دو گنا اجر دے گا۔"

دین اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لئے حضرت ابوطالب (ع) کی خدمات کے بارے میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ : "کسی شخص نے حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان سے متعلق کتاب لکھی اور مجھ سے کہا کہ اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اور اس پر اپنے ہاتھ سے کچھ لکھوں، میں نے کچھ اشعار اس کتاب کی پشت پر لکھ دیئے جن کا مضمون یہ تھا:

وَلَوْلَا أَبُو طَالِبٍ وَابْنُهُ
لَمَّا مُتِلَ الدِّينُ شَخْصًا فَقَامَا
فَذَاكَ بِمَكَّةَ آوَى وَحَامَى
وَهَذَا بِيَثْرَبَ جَسَّ الْحَمَامَا

اگر ابوطالب (ع) اور ان کے فرزند حضرت علی (ع) نہ ہوتے تو دین اسلام ہرگز قائم نہیں ہوسکتا تھا باپ نے مکے میں پیغمبر (ص) کی حمایت کی اور بیٹا یثرب میں دین کی حمایت میں موت کی سرحد تک آگے بڑھ گیا۔

حوالہ جات

- 1_الصحيح من سيرة النبي(ص) ج 2 ص 128_
- 2_تاريخ يعقوبى ج 2 ص 35_
- 3_السيرة الحلبيه ج 1 ص 347_
- 4_شرح نهج البلاغه ابن ابى الحديد ج 14 ص 68_70 والغدير ج 7 ص 380_